پروفیسر سیّد محمد سلیمؒ

بنی نوعِ انسان پر حضور ﷺ کے احسانات

خلیفۃ اللہ

اسلام وہ دین ہے جس نے نوع بشر کو شرف انسانیت سے ہم کنار کیا۔ ساری مذہبی کتابوں میں قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جس نے انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ خلیفہ ہونے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ زمین پر انسان خود مختار ہے اور آزاد ہے۔ ساری کائنات جامد غیر ذی روح اور غیر ذی عقل مخلوقات سے بھری پڑی ہے۔ فرشتے بھی حکم کے پابند ہیں اور غلام ہیں۔ کائنات میں صرف انسان کی وہ واحد ہستی ہے جو آزاد ہے اور خود مختار ہے۔

انسان کے خلیفہ ہونے کا اعلان سن کر ازل میں فرشتوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ یہ خود مختار ہستی ضرور دنیا میں فتنہ وفساد پھیلائے گی۔ ضرور خون خرابہ کرے گی، اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم اور عقل کی نعمت سے نوازا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام نام سکھا دیئے۔

اسماء سے مراد تصورات (Concepts) ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرتِ آدم میں تصور سازی، یعنی اختراع خصائص محسوسات کی صفت ودیعت کر دی ہے۔ تخیل، تفکر، تدبر اور تعقل سب درحقیقت تصور سازی کے مراتب عالیہ ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وفہم کی دولت

سے مالا مال کردیا۔ اعتراض کے جواب میں عقل کی بخشش کا مطلب یہ ہوا کہ اعتراض کا دفعیہ عقل کے ذریعہ ہوجائے گا۔

عقل انسان کی بہترین رفیق ہے۔ مادی اشیا کو سمجھنے میں اور پھر ان کو استعمال کرنے میں عقل نے انسان کی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ دنیا میں انسان کے گردسب سے بڑا دائرہ مادی اشیاء کا پھیلا ہوا ہے۔ یہ طبیعات کی دنیا ہے۔ مادی دنیا کو سمجھنے کے لئے عقل بالکل کافی ہے۔ عقل انفرادی سے اگر کبھی غلطی سرزد ہوجاتی ہے تو عقل اجتماعی اس غلطی کی اصلاح کردیتی ہے۔ مادے کو تحلیل کرنے، اس کے خواص معلوم کرنے، اس کو پرکھنے جانچنے اور استعمال کرنے میں عقل انسانی کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ صدیوں سے عقل کی کدوکاوش جاری ہے۔ اس کے نتیجے میں مادی دنیا سے متعلق جمع کردہ ایک عظیم الشان ذخیرہ آج انسان کے پاس جمع ہوگیا ہے۔ اس ذخیرے کو استعمال کرنے سے انسان نے حیران کن ایجادات اور اختراعات کرڈالی ہیں۔ اس کی وجہ سے آج انسان ہوا میں اڑ رہا ہے، پانی میں تیر رہا ہے اور پہاڑوں کا جگر چیر رہا ہے۔

دنیا میں انسانوں کے گرد دوسرا بڑا دائرہ خود انسانوں کا ہے۔ یہ دنیائے انسانیت ہے۔ انسان غیر ذی روح اور غیر ذی عقل مادہ نہیں ہے۔ انسان عقل، شعور اور ارادے کی دولت سے مالا مال ہے۔ اس لئے انسان کا تجزیہ کرنا اور تحلیل کرنا عقل کے لئے انتہائی دشوار کام ہے۔ پھر ذی شعور اور با اختیار ہونے کے سبب کوئی بھی دو انسان اس طرح یکساں نہیں ہیں، جس طرح دو پتھر یکساں ہوتے ہیں۔ اس لئے عالم انسانیت میں، عمرانی، تمدنی، اخلاقی اور مذہبی پہلوؤں میں عقل کی کارگزاری کی تحسین کرتے ہوئے بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عالم انسانیت میں عقل کی کدوکاوش کے نتائج اتنے صحیح اور یقینی نہیں ہوتے جتنے کے مادی دنیا سے متعلق یقینی ہوتے ہیں۔ یہاں عقل کی تنقیص مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی محدودیت اور نارسائی کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

انسان کے گرد تیسرا دائرہ مادی دنیا سے ماورٰی اور عالم انسانیت سے ماورٰی حقیقت کبرٰی کا ہے۔ حقیقت کبرٰی کے علم کے بغیر نہ عالم طبیعات کی حقیقت کھلتی ہے اور نہ عالم انسانیت کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ مگر حقیقت کبرٰی کا دائرہ عقل انسانی کے لئے غیب ہی غیب ہے۔ فطرت انسانی کو غیب جاننے کا بے حد اشتیاق ہے۔ مگر یہاں پرواز کرنے سے عقل انسانی کے پر جلتے ہیں۔ اس مختصر جائزے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے بلاشبہ عقل رہنمائی کے فرائض انجام دیتی ہے مگر بعض دائروں میں اس کی رہنمائی ناکافی ہے۔ اس لئے فرشتوں کے اعتراض کا یہ شافی اور وافی جواب نہیں ہوا اس موقعے پر عقل کی نارسائی اور محدودیت کا نقص دور کرنے کے لئے اللہ تعالٰی نے انسان کو ایک دوسرے انعام سے نوازا، فرمایا:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (۲)

ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے (نیچے) اتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اور جو (اس ہدایت) کا انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہی آگ میں جلنے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ عقل کا نقص، میں ہدایت الٰہی سے دور کردوں گا۔ یہ ہدایت میں اپنے رسولوں اور نبیوں کے ذریعے دنیا میں انسانوں کو بھیجتا رہوں گا۔ اب جو لوگ اس ہدایت کی پیروی میں زندگی بسر کریں گے وہ امن وچین کی زندگی گزاریں گے۔ اور وہ خلافت کے فرائض پورے کریں گے۔ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالٰی نے ہر ملک میں اور ہر قوم میں ہدایت دینے والے نبی اور رسول بھیجے۔ فرمایا

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ (۳)

بلاشبہ آپ تو خبردار کرنے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔

اللہ کی ہدایت دو اجزا پر مشتمل ہوتی تھی۔ کتاب ہدایت اور عملی انطباق بتانے والی سنت رسول ﷺ، قدیم زمانے سے اللہ تعالٰی مختلف قوموں میں کتاب اور رسول دونوں بھیجتا رہا۔ آخری کتاب ہدایت

قرآن مجید ہے اور آخری مستند نمونہ ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہے۔ آج ہدایت الٰہی صرف قرآن مجید سے اور سنت رسول ﷺ سے مل سکتی ہے۔

یہ ہدایت انسانی ذہن کی ساختہ پرداختہ نہیں ہے۔ یہ ہدایت علیم و خبیر خدائے بزرگ و برتر نے براہ راست حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے۔ یہ ہدایت عقل کے نقائص دور کرتی ہے اور اس سے محدودیت کو رفع کرتی ہے۔ ہدایت سے عقلِ انسانی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ یہ ہدایت ان تمام ضروری علوم و معارف کا ذخیرہ ہے جس کی نوع انسانی کو ضرورت ہے۔ جو عقل انسانی کی دسترس سے بالا ہے۔ اس ہدایت کو آئے ہوئے چودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ اس ہدایت نے عالم انسانیت کو ہزارہا انعامات دیئے ہیں۔ عالم انسانیت اس ہدایت سے مختلف طریقوں سے مستفید اور متمتع ہوتی رہی ہے۔ رحمت عالم ﷺ کا فیضان عام رہا ہے۔ وہ اقوام جو ان پر ایمان لائیں وہ بھی اور وہ اقوام جو ان پر ایمان نہیں لائیں وہ بھی، دونوں رحمت عالم اور ہادیِ اعظم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اس سرچشمہ ہدایت سے ان چودہ صدیوں میں جو فیض جاری ہوا ہے اس کا ہم مختصر سا جائزہ لیتے ہیں۔ انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینا تو بڑا وقت اور بڑی محنت چاہتا ہے، ہم تو صرف چند عنوانات کے تحت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

انسانی عظمت

﴿۱﴾ اسلام سے قبل انسان ہر جگہ ذلیل و خوار تھا۔ شرک و بت پرستی نے ہر جگہ انسان کی تذلیل کر رکھی تھی۔ کہیں وہ مٹی اور پتھر کے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو رہا تھا۔ کہیں اپنے جیسے گوشت پوست کے انسانوں کو خدائی کے تخت پر بٹھا کر ان کے سامنے عجز و نیاز سے اپنی پیشانی رگڑ رہا تھا۔ اسلام نے انسان کو شرف انسانیت سے آگاہ کیا۔ اس کو خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کا احساس دلایا۔ ساری مخلوقات کے مقابلے میں اس کو اپنی عزت نفس کا شعور دلایا۔

شرک و بت پرستی کے خلاف اسلام نے اس زور و شور سے صور پھونکا کہ قصر بت پرستی میں زلزلہ آ گیا اور بت پرست خود بت شکن بن گئے۔ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر شنکر اچاریہ نے ہندوستان میں مورتی کھنڈت کا زبردست پرچار کیا۔ جس کے بعد کبیر پنتھی، دادو پنتھی اور نانک پنتھی جیسے فرقے ہندوؤں میں پیدا ہوئے، جو بت پرستی کے شدید مخالف ہیں، جو شرک کا رد کرتے ہیں اور توحید کا دم بھرتے ہیں۔

اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوکر بلکہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر مارٹن لوتھر نے کیتھولک مذہب کے خلاف بغاوت کی، پوپ کے خلاف اور بت پرستی کے خلاف جہاد شروع کیا اور مسیحیت کا وہ ایڈیشن تیار کیا جس میں بت پرستی بالکل نہیں ہے۔

﴿۲﴾ مسیحی دنیا میں انسان کے پیدائشی گنہگار (Original Sin) ہونے کا عقیدہ رائج تھا۔ کتنی ہی بڑی نیکی ہو اس گناہ کو زائل نہیں کرسکتی تھی۔ ہندو دنیا میں پیدائشی بدی (شودر) کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ پیدائشی نیکی (برہمن) کا عقیدہ بھی رائج تھا۔ جس کے بعد نیکی اور بدی کا سب عمل بیکار تھا۔ اس طرح نیک اعمال اور حسن کردار کی جانب سے ہر جگہ غفلت تھی۔ اسلام نے ان باطل عقیدوں کی تردید کی۔ نجات کا بھی اور ہلاکت کا بھی دارومدار اعمال پر بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، عیسائی یا مشرک، بنالیتے ہیں۔ (۳، الف)

پیدائشی گنہگار ہونے کا تصور قطعاً باطل ہے۔ اسی خیال کو علامہ اقبال نے اپنے شعر میں پیش کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

﴿۳﴾ اسلام نے دنیا کو انسانی جان کا احترام سکھایا۔ اسلام سے قبل ساری دنیا میں قتل اطفال خصوصاً قتل بنات کا رواج عام تھا۔ لوگ لڑکی کی پیدائش کو عار سمجھتے تھے۔ اسلام نے اس رسم قبیح کو سختی سے ختم کردیا۔ آج دنیا کو تسلیم ہے کہ دنیا سے قتل اطفال کی لعنت کا انسداد نبی عربی ﷺ کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ دائرۃ المعارف مذہب واخلاق میں درج ہے۔

> As a moral reformer Mohammed has to wim crdit that abolibtion of infanticide encyclopaedia of religion and ethics (4)

﴿۴﴾ یہ اسلام ہے جس نے سب سے پہلے خودکشی کو حرام قرار دیا اور کہا کہ یہ بزدلی ہے اور کارزار حیات سے راہ فرار ہے۔ ورنہ آج بھی کتنے ہی نام نہاد دانشور ایسے ہیں جو خودکشی کو جائز سمجھتے ہیں۔

﴿۵﴾ اسلام نے بجز عدالتی چارہ جوئی کے کسی دوسری صورت میں قتل انسانی کی اجازت نہیں دی ہے۔

اور انسانی جان کو انتہائی محترم قرار دیا ہے۔ اقبال کہتا ہے،

آدمیت احترام آدمی باخبر شو از مقام آدمی

فسطائی نظام ہائے فکر میں افراد کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، وہ معاشرے کی مشین میں ایک غیر اہم پرزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فسطائی حکمران انسانوں کو قتل کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ ہٹلر نے چھ لاکھ یہودیوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے قتل کرایا تھا۔ روس میں اجتماعی کاشتکاروں کی اسکیم کے نفاذ کے موقع پر اسٹالن نے ۱۵ لاکھ انسانوں کو لقمۂ اجل بنا دیا۔ ماؤزے تنگ کے حکم سے پیکنگ سے لہاسہ (تبت) تک ریل کی پٹری بچھانے میں کم از کم پندرہ ہزار مزدور مر کھپ گئے۔ وہاں انسان کی کوئی قدر نہیں ہے۔ ان کے مقابلے میں اسلام کے خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

لو انّ عناقاً ذهبت بشاطئ الفرات لا خذبها عمر يوم القيامة

(۵)

بصرہ کے ساحل پر (انسان تو کجا) اگر بکری کا بچہ بھی ظلم سے مارا جائے گا تو کل قیامت کے روز عمر سے اس کی باز پرس ہوگی۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے احترام انسانیت کا کتنا لطیف احساس افراد کے اندر پیدا کر دیا تھا۔

﴿۶﴾ انسان عقل و فہم، شعور و احساس سے عبارت ہے۔ انسان کو عقل و فہم سے عاری کرنا درحقیقت اس کو شرف انسانیت سے نیچے گرا دینا ہے۔ شراب خوری اور نشہ بازی دراصل عقل و شعور کو زائل کر دینے والا عمل ہے۔ شراب خوری انسانیت کے لئے باعث ننگ اور رخواری ہے۔ ہزارہا عائلی اور معاشرتی خرابیوں اور تباہ کاریوں کی جڑ نشہ بازی کی علت ہے۔ اسلام نے شرف انسانیت کو تحفظ دینے کے لئے نشہ خوری کو حرام قرار دیا ہے۔ آج ساری دنیا اس عیب میں مبتلا ہے، مگر مسلمان بڑی حد تک اس علت سے محفوظ ہیں۔ عظیم مورخ آرنلڈ ٹوئین بی لکھتا ہے:

دنیا کی آبادی کا چھٹا حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ شراب خوری کی لعنت سے بچا ہوا ہے۔ کروڑوں مسلمان ایسے ہیں جنھوں نے نہ شراب کا رنگ دیکھا ہے اور نہ وہ اس کی بو سے واقف ہیں۔

شراب نوشی کی تباہ کاریوں کا احساس دنیا کو اب ہوتا جا رہا ہے۔ مگر اسلام نے چودہ سو سال قبل ہی

اس کو حرام قرار دیدیا تھا۔

﴿۷﴾ جسمانی طہارت اور نفاست کا جو معیار اسلام نے اپنے پیروؤں میں مقرر کیا ہے، وہ آج بھی دوسری اقوام میں ناپید ہے۔ افلاس اور ناداری کے باوجود مسلمان زیادہ عبادت پسند ہیں۔ نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ، نجاست بدنی اور نجاست حکمی کا تصور بھی دوسری اقوام میں نہیں ہے۔ اسلامی طریقۂ غسل اور مغربی طریقۂ غسل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

﴿۸﴾ مذہب اور عقیدے کی آزادی سب سے پہلے اسلام نے دی ہے۔ قرآن مجید واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ (۶)

اے نبی صاف کہدو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (۷)

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط افکار سے چھانٹ کر الگ کر دی گئی ہے۔

اسلام سے قبل کسی مذہبی کتاب میں اور کسی حکیم اور فلسفی کی تعلیمات میں مذہب اور عقیدہ کی آزادی اور رواداری کی تعلیم کا سراغ نہیں ملتا ہے۔ یہ اسلام ہے جس نے دنیا کو یہ آزادی بخشی ہے۔ مذہبی اقلیتوں نے جتنا آرام اور سکون اسلامی حکومتوں میں پایا ہے، اتنا کسی دور میں اور کسی حکومت میں نہیں پایا۔ مسلمانوں نے جداگانہ ملت قرار دے کر غیر مسلموں کو نہ صرف دین و عقیدہ کی آزادی دی تھی بلکہ اپنی کلچر اور ثقافت کے تحفظ کا بھی حق دیا تھا۔ اس کے برخلاف آج کے دور میں بلند بانگ آزاد خیال اور لادینی ریاستیں اقلیتوں کی ثقافت اور تہذیب کو اکثریت کے رنگ میں مدغم کرنے پر مصر ہیں اس طرح ان کا تہذیبی وجود فنا کر دینا چاہتی ہے۔

﴿۹﴾ لادینیت کی بے مقصد زندگی کے مقابلے میں ایمان باللہ کی بامقصد زندگی ہزار درجہ افضل ہے۔ اور ہزار گونہ سکون و طمانیت بخش ہے۔ ایمان باللہ انسان کے ضمیر کے اندر اخلاص عمل اور خود احتسابی کے جذبہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔ رزم گاہ خیر و شر میں یہ جذبہ انسان کا سب سے قوی ہتھیار ہے۔

ایمان باللہ کے بعد ایک مومن مسلسل اور پیہم اخلاقی اور روحانی ترقی کرتا رہتا ہے۔عبادات کی پابندی سے انسان کے اندر انضباط نفس اور مستقل مزاجی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔اس کی ہر دم یہ خواہش رہتی ہے کہ حسن عمل اور حسن کردار کا بہتر سے بہتر نمونہ پیش کر کے اپنے رب کریم کی رضا حاصل کروں۔

عورت کا وقار

﴿۱﴾ اسلام سے قبل عورت نہایت پستی میں تھی۔نہ اس کی کوئی حیثیت تھی نہ کسی شے کی مالک بن سکتی تھی۔ہندوستان میں شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کی زندگی اس قدر اجیرن ہو جاتی تھی کہ وہ اس لئے شوہر کے ساتھ ہی جل مرنا پسند کرتی تھی۔مسیحی دنیا میں بھی عورت کا حال خراب تھا۔۳۲۵ عیسوی میں بمقیہ Nicaea (ترکی) میں پادریوں کی ایک عظیم الشان کونسل منعقد ہوئی تھی۔جس میں فیصلہ کیا گیا کہ عورت انسان نہیں ہے۔اس کی فطرت داغدار ہے۔ایران میں عورت کی حالت اور بھی ابتر تھی۔وہاں محرمات بھی شہوانی تعدی سے محفوظ نہیں تھیں۔عورت لذت اندوزی کا ایک کھلونا تھی۔شاہنشاہ دارا اول اپنے باپ بہمن کا بیٹا بھی ہے اور نواسہ بھی ہے۔مانی کے مذہب نے تو زر، زمین اور زن کو مشترکہ ملکیت قرار دے دیا تھا۔جس کے نتیجے میں جتنے جنرل تھے وہ سب ملکہ پوران دخت کے شوہر بن گئے تھے۔اس وقت کی مذہب دنیا کا یہ حال تھا۔

﴿۲﴾ مسیحی دنیا نے عورت کی جداگانہ شخصیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔شادی سے قبل وہ باپ کی شخصیت کا جز رہوتی تھی۔اور شادی کے بعد وہ شوہر کی شخصیت کا ضمیمہ بن جاتی تھی۔پہلے وہ مس جان سن کہلاتی تھی اب وہ مسز تھامسن کہلاتی تھی۔

اسلام نے عورت کو مستقل بالذات شخصیت کا مالک قرار دیا۔شادی سے قبل بھی وہ عائشہ اور فاطمہ تھی اور شادی کے بعد بھی وہ عائشہ اور فاطمہ رہتی ہے۔مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر آج کل بعض مسلمان عورتیں اپنا نام مغربی طریقے پر لکھنا پسند کرتی ہیں، مثلاً طاہرہ خورشید، ان کم فہموں کو یہ خبر نہیں کہ اس طریقے سے وہ اپنی مستقل حیثیت کا انکار کر رہی ہیں اور شوہر کی شخصیت کا ضمیمہ بننا قبول کر رہی ہیں۔

﴿۳﴾ دنیا میں سب سے پہلے اسلام نے ترکہ میں لڑکے کے ساتھ لڑکی کو بھی حصہ دار مقرر کیا۔اب اگر مسیحی دنیا اور ہندو دنیا (ہندو کوڈ ۱۹۵۶ء) عورتوں کو وراثت میں شریک کر رہی ہے، تو یہ دراصل اسلام کی صدائے بازگشت ہے۔اسلام نے عورت کو ملکیت رکھنے کا بھی حق دیا۔جو اس صدی میں

اہل یورپ ان کو عطا کر رہے ہیں۔

﴿۴﴾ اسلام نے عورت کا درجہ معاشرے میں اخلاقی اور دینی اعتبار سے بلند کیا۔عورت کی تین حیثیتیں ہیں۔ماں،بیوی اور لڑکی۔ماں کے متعلق حضور اکرم نے فرمایا۔

ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔(۸)

قرآن مجید کا حکم ہے:

والدین سے اُف بھی مت کہو،ان کو جھڑکو بھی نہیں۔(۹)

بیویوں کے متعلق حضورﷺ کی حدیث ہے۔

جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں اور جو اپنے اہل وعیال پر سب سے زیادہ مہربان ہو،وہی ایمان میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے۔(۱۰)

لڑکی کی پیدائش کو آج بھی بعض اقوام برا سمجھتی ہیں۔اس سلسلے میں حضورﷺ نے فرمایا:

جس شخص کے دو لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ ان کی اچھی تعلیم اور تربیت کرے اور پھر اچھی جگہ شادی کردے،تو وہ شخص جنت میں جائے گا۔(۱۱)

اس کے بعد سے ماں کی اطاعت و فرماں برداری اور بیوی کے ساتھ حسن سلوک اسلامی معاشرے کا عام وطیرہ بن گیا۔

معاشرتی عدل

﴿۱﴾ اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے۔توحید ایک خدا کو ماننے کا نام ہے۔ایک خدا کے ماننے میں دوسرے خداؤں کا انکار مضمر ہے۔توحید کے بعد غلامی اور عدم مساوات کا خود بخود خاتمہ ہو جاتا ہے۔

تاریخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ اس سلسلے میں محفوظ کرلیا ہے۔مصر کے گورنر اور فاتح حضرت عمرو بن العاص کو انہوں نے لکھا تھا۔

مذکم تعبد تم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا۔ (۱۲)

تم نے کب سے ان لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔

اہل یورپ آزادی کا منشور روسو کے اس جملے کو قرار دیتے ہیں۔

Man was free end be is every where inchain.
Those who think themselves masters of other, are
indeed greater slaves than they. (13)

حالانکہ روسو (۱۷۱۲۔۱۷۸۱) سے ہزار سال قبل حضرت عمر (۵۸۱۔۶۴۴) کا قول موجود ہے۔ بہت ممکن ہے روسو نے حضرت عمر کے جملے سے ہی اپنا مفہوم اخذ کیا ہو۔ اس لئے کہ وہ اسلام کی تاریخ سے بخوبی واقف تھا۔ بہرکیف تاریخ میں آزادی کا منشور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے۔

﴿۳﴾ انسان کی غلامی انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ بعثت نبوت کے وقت ہر جگہ غلامی کا رواج تھا۔ یونان کے فلاسفر افلاطون اور ارسطو نے دلائل دے کر ادارۂ غلامی کو مستحکم کر دیا تھا۔ اسلام نے اس قبیح رسم کے خلاف آواز اٹھائی۔ اسلام کا طریقہ کار بڑا حکیمانہ تھا۔ سب سے اوّل آپ ﷺ نے معاشرے میں غلاموں کا درجہ بلند کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جو تم کھاؤ وہی غلام کو کھلاؤ، جو تم پہنو وہی غلام کو پہناؤ۔

اس حکم نے غلامی کی انقلاب ماہیت کر ڈالی (Meta Morphosis) اس حکم کے بعد یہ حال ہو گیا تھا کہ آقا اور غلام میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس ایک حکم سے ساری نفرت اور حقارت جو غلاموں کے خلاف تھی وہ سب دور ہو گئی۔ یہ قدیم الایام سے ایک معاشرتی ادارہ (Social institution) تھا جس سے ہزارہا نوعیت کے معاشی اور معاشرتی تعلقات اور روابط وابستہ تھے۔ اس لئے آپ نے قانوناً اس کا انسداد کرنے کے مقابلے میں رضاکارانہ آزاد کرنے کی ہر طرح سے ترغیب دی۔ ام ولد کے قانون کے تحت ایک نسل کے بعد ہی غلام زادہ آزاد ہو جاتا تھا۔ اس طرح بتدریج غلامی کا بھی خاتمہ ہو گیا اور نہ معاشی و معاشرتی بحران برپا ہوا۔ اور نہ آزاد کردہ غلاموں سے کوئی نفرت اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوا۔ معاشرہ نے ان غلاموں کو تخت سلطنت تک پہنچا دیا۔ ہندوستان کی تاریخ میں غلام خاندان (۱۲۰۶۔۱۲۸۸) اور مصر کی تاریخ میں مملوک خاندان (۱۲۵۰۔۱۵۱۷) دو روشن مثالیں ہیں۔

امریکہ نے بھی ۱۸۶۳ء میں غلامی کو ممنوع قرار دیا۔ مگر ایک صدی گزر جانے کے بعد آج بھی حبشیوں کے خلاف نفرت موجود ہے۔ آج بھی ان کو معاشرے میں مساوی درجہ حاصل نہیں ہے۔ اور جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت میں سارے سیاہ فام کچھ عرصے پہلے تک غلاموں سے بدتر زندگی بسر کر رہے تھے۔

﴿۳﴾ انسانیت کی تذلیل کا ایک اور طریقہ رنگ اور نسل کی برتری کا تصور رہے۔ اصلاً تو یہ مرض آریہ نسل کا پھیلایا ہوا ہے۔ ہندوستان کا برہمن اور جرمنی کا نازی نسل پرستی میں سب سے پیش پیش ہے۔ اینگلوسیکسن نسل کے لوگ کسی دوسری نسل کو اپنے برابر درجہ دینے کو تیار نہیں ہیں، اسی لئے عظیم مورخ ٹوئین بی کہتا ہے:

رنگ و نسل کی برتری کا مرض ہم نے (انگریز، اینگلوسیکسن) ساری دنیا کو لگایا ہے۔

اسلام سے قبل عرب میں بھی نسل پرست لوگ موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف سخت جہاد کیا۔ آپ نے فرمایا:

عرب کو غیر عرب پر اور غیر عرب کو عرب پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی۔ (۱۴)

قرآن مجید کے مطابق بزرگی اور بڑائی کا تعلق تقویٰ اور پرہیزگاری سے ہے۔ (۱۵) یعنی اعمال سے ہے رنگ و نسل سے نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی اسلامی ریاست میں تمام نسلوں کے لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا۔ آپ نے ایک لشکر کا سپہ سالار ایک حبشی غلام زادہ کو مقرر کردیا اور انکی ماتحتی میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور قریشی النسل عربوں کو دیدیا۔ اس طرح نسلی فخر و غرور کا خاتمہ کیا اور انسانی مساوات کا اصول پیش کیا۔

نماز اگرچہ ایک عبادت ہے۔ معاشرتی فوائد بھی ہیں۔ روزانہ پانچ وقت کی نماز محلہ کی مسجد میں ایک صف میں کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی نماز شہر کی بڑی مسجد میں یکجا پڑھی جاتی ہے۔ سال میں دو مرتبہ عیدین کی نماز سارے شہر کی یکجا پڑھی جاتی ہے۔ اور زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ سارے عالم اسلام کی نماز حج کے موقع پر خانہ کعبہ کے امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے۔ ان نمازوں میں یہ عالم ہوتا ہے کہ:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس طرح ہر وقت وحدت امت کا سبق (Rehearsal) پڑھایا جاتا ہے۔ یہ نمازیں تمیز رنگ و نسل کے خلاف مسلسل اور پیہم جہاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی طویل تاریخ میں تمیز رنگ و نسل کے فتنہ

نے سر نہیں اٹھایا۔ ورنہ آج بھی متمدن دنیا اس مرض سے خالی نہیں ہے۔ امریکہ اور جنوبی افریقہ کو چھوڑیئے۔ انگلستان جیسے ملک میں ۱۹۴۱۔۱۹۰۰ء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ وزیر اعظم ایڈن کی بہن نے افریقہ میں ایک حبشی شاہزادے Kabaka کے ساتھ شادی کرلی تھی۔ اس کے خلاف اتنا ہنگامہ برپا ہوا کہ بالآخر ایڈن کو وزارت سے استعفیٰ دینا پڑا۔

﴿۴﴾ اسلام نے مساوات مرد و زن کا اعلان چودہ سو سال قبل کیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۱۶)

عورتوں کے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں۔ جیسے مردوں کے حق ان پر ہیں۔

اسلام سے قبل کسی مذہبی کتاب میں ایسا کوئی اعلان نہیں ہے۔ اہل یورپ نے انیسویں صدی میں مرد و زن کی مساوات کا عقیدہ قبول کیا ہے۔

﴿۵﴾ نکاح کے معاملے میں عورت پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ مرد بہت سی عورتوں سے شادی کرلیتا تھا۔ اس پر کوئی بندش نہیں تھی۔ اسلام نے تاریخ میں پہلی مرتبہ زیادہ سے زیادہ چار عورتوں کی بندش لگائی۔ اور ان کے درمیان عدل کرنے کی شرط عائد کردی۔ نکاح کو باہمی رضامندی کا ایک معاہدہ قرار دیا۔ جس کو مرد ناگزیر حالات میں طلاق کے ذریعے اور عورت خلع کے ذریعے فسخ کرسکتی ہے۔ نہ مسیحی دنیا میں اور نہ ہندو دنیا میں طرفین کو یہ حق حاصل تھا۔ اب اس صدی میں وہ اسلام کے طریقے کو قبول کر رہے ہیں۔

معاشی عدل

۱۔ اسلام نے صدیوں قبل سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے مفاسد سے بچ کر ایک عادلانہ رفاہی نظام جاری کیا۔

۲۔ اسلام نے سود کو اور احتکار کو حرام قرار دے دیا تاکہ سرمایہ داری کو فروغ حاصل نہ ہو۔

۳۔ دنیا میں سب سے پہلے اسلام نے مالداروں کی آمدنی میں ناداروں اور محتاجوں کے لئے حق مقرر کیا۔

۴۔ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے چودہ سو سال قبل اجتماعی کفالت کا نظام (Social Security) رائج فرمایا۔

۵۔ ارتکازِ دولت (سرمایہ داری) کے مقابلے میں اسلام نے گردشِ دولت کا نظریہ پیش کیا۔

۶۔ اسلام نے صرف اکلِ حلال کی ترغیب دی اور ہر قسم کی حرام خوری اور کام چوری سے منع فرمایا۔

نظریاتی ریاست

۱۔ دنیا میں سب سے پہلے نظریاتی ریاست اسلام نے قائم کی۔ نسلی بادشاہت قومی اور وطنی تصور ریاست کا خاتمہ کر دیا۔

۲۔ تاکہ سابقہ تصور ریاست سے کلی امتیاز پیدا ہو جائے، اسلام نے اپنے سیاسی اور حکومتی نظام کے لئے نئی اصطلاحات وضع کیں۔ امت و ملت، خلافت، زکوٰۃ و صدقات، (محصول) جہاد، شہید (مقتول)، وفات (موت)، مال غنیمت۔ بیت المال (خزانہ)، شوریٰ (ندوۃ، موتمر)، خلیفہ، امیر (ملک، سلطان)۔

۳۔ دنیا میں سب سے پہلی فلاحی ریاست اسلام نے قائم کی۔ یونان کی شہری ریاستوں میں دو تہائی سے زیادہ آبادی یعنی غلام اور عورتیں ہر قسم کے حقوق سے محروم تھیں۔

۴۔ تاریخ انسانی میں باہمی معاہدے (Social Contract) کے ذریعے اگر کوئی ریاست قائم ہوئی ہے تو وہ مدینہ کی اسلامی ریاست ہے۔ قیام ریاست سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انصار مدینہ سے معاہدہ کیا جو بیعت عقبہ ثانی کے نام سے مشہور ہے۔ پھر آپ ﷺ نے مدینہ جا کر یہودیوں سے باقاعدہ معاہدہ کیا، روسو نے معاہدہ عمرانی کا تصور غالباً مدینہ کی ریاست سے اخذ کیا تھا۔ ورنہ تاریخ میں اس کے علاوہ دوسری اور کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

۵۔ دنیا کی تاریخ میں پہلا تحریری دستور مدینہ میں ۶۲۲ء میں نافذ ہوا۔ جبکہ انگلستان کا دستور ۱۳۱۵ء اور چنگیز خان کا دستور ۱۲۱۸ء میں نافذ ہوا تھا۔ اس دستور میں تقریباً پچاس دفعات تھیں۔

۶۔ خلافت کی بنیاد شوریٰ پر ہوتی تھی۔ خلیفہ عوام کا منتخب اور ان کا معتمد علیہ ہوتا تھا۔ وہ عوام کے سامنے جواب دہ ہوتا تھا۔ عوام اس کو معزول کرنے کا حق رکھتے تھے۔ شوریٰ (کابینہ) کے طریقے

پر حکومت کرنے کا آغاز سب سے پہلے اسلام نے جاری کیا ہے۔

۷۔ عوام صرف معروف میں خلیفہ کی اطاعت کے پابند تھے۔غیر معروف اور غیر اسلامی احکام میں خلیفہ کی نافرمانی کی جا سکتی تھی۔اس لئے کہ درحقیقت اقتدار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔جس کی اطاعت ہر حال میں کرنا ضروری ہے۔

۸۔ خلیفہ ایک عام شہری کی حیثیت رکھتا تھا۔اس کو کوئی زائد حقوق حاصل نہیں تھے۔وہ متقی اور پرہیزگار شخص ہوتا تھا۔ملکی خزانے پر عام آدمی سے زیادہ اس کا حق نہیں ہوتا تھا۔

۹۔ اسلامی ریاست ہر طرح ایک فلاحی ریاست تھی۔ایک خادم عوام ریاست تھی۔ ۱۹۳۷ء میں ہندوستان میں پہلی مرتبہ صوبوں میں جمہوری حکومتیں قائم ہوئیں۔کانگریس کے رہنما مسٹر گاندھی نے اس موقع پر کانگریسی وزرا کے نام ایک پیغام جاری کیا تھا۔اس نے لکھا تھا۔ہندوؤں کے رام اور کرشنا تو دیومالائی اشخاص ہیں۔البتہ مسلمانوں کے ابوبکرؓ اور عمرؓ تاریخی شخصیتیں ہیں۔انہوں نے بادشاہی میں فقیری کی ہے۔میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم ان کی تقلید کرو۔

آزاد عدلیہ

۱۔ اسلام نے قانون (شریعت) کی عملداری (Rule of Law) قائم کی،کوئی فرد بشر قانون سے بالا نہیں تھا۔حتیٰ کہ خلیفہ بھی بالا نہیں تھا۔یہاں (King Can do no wrong) جیسے تصورات کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

۲۔ عدلیہ انتظامیہ کے ماتحت نہیں۔وہ انتظامیہ کے دباؤ سے آزاد ہے۔وہ صرف خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

۳۔ اسلام سے قبل مقدمات فیصل کرنے کے عجیب عجیب طریقے دنیا میں رائج تھے۔کہیں غیب دانوں اور کاہنوں کی گواہی پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ملزم کو صفائی کے لئے آگ میں سے گزرنا پڑتا تھا۔یا آگ میں گرم کر کے سرخ لوہے کا گولا ہاتھ پر اٹھانا پڑتا تھا۔کہیں فیصلہ کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین باہم ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ آور ہوتے تھے۔ (Dual) جو زندہ بچ جاتا وہ حق پر تصور کیا جاتا تھا۔ہندوستان اور یورپ میں اس قسم کے طریقے رائج تھے۔

اسلام نے ان تمام طریقوں کو غلط قرار دیا۔ مقدمات کے فیصلے کے لئے لوگوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا۔ آج ساری مہذب دنیا میں یہی طریقہ رائج ہے۔

۴۔ اسلام نے سب سے پہلے قتل عمد اور قتل غیر عمد کی تفریق قائم کی۔ ورنہ نہ تو منو کے قانون میں (ہندوستان) اور نہ جسٹینین کے قانون میں (روما) یہ باریک بینی موجود تھی۔

۵۔ قاتل کو قدیم قانون میں ہر جگہ لازماً قتل کی سزا دی جاتی تھی اب جدید یورپ میں قتل کی سزا ہی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اسلام نے بین بین راستہ قبول کیا ہے۔ اسلام نے خون بہا کے ذریعے قاتل کو معاف کرنے کا طریقہ جاری کیا۔ بشرطیکہ مقتول کے ورثا راضی ہوں۔

علم کی ترغیب

۱۔ دنیا میں سب سے اول حصول علم کو اسلام نے لازمی قرار دیا۔ مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی۔ واضح رہے کہ یونان کا فلسفی ارسطو عورتوں اور غلاموں کو تعلیم دینے کا سخت مخالف ہے۔ ہندوستان کا قانون ساز منو کہتا ہے اگر شودر کے کان میں وید کے الفاظ پڑ جائیں تو اس کو سزا دو اور اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دو۔

۲۔ اسلام نے مدرس کی معلومات پر علم صحیح کی بنیاد رکھی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا O (۱۷)

کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ کان اور دل سب کی باز پرس ہوتی ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ آنکھ کان (حواس) کے ذریعے معلومات حاصل ہوتی ہیں، اور پھر دل (ذہن) اس کی تصدیق کرتا ہے اس کو مرتب شکل دیتا ہے۔ جدید دور نے علم صحیح کا یہی نظریہ قبول کر رکھا ہے۔ اس آیت نے علم نجوم، کہانت، جادو، غیب دان کے طریقے، سفلی علوم سب کی تردید کر دی۔ اس لئے کہ یہ علم صحیح سے حاصل شدہ نہیں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ سری علوم (Occult Sciences) کبھی فروغ نہ پا سکے۔

۳۔ قرآن مجید نے مظاہر فطرت پر غور وخوض کرنے کی ترغیب دی۔ فرمایا:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ
النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O (۱۸)

ان سے کہو کر زمین پر چلو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی ہے۔ پھر اللہ
بار دیگر بھی زندگی بخشے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ O (۱۹)

تم سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ ان لوگوں کا کیا
انجام ہوا جنہوں نے اللہ کی ہدایت کو جھٹلایا تھا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي
الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ۔ (۲۰)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کر دیا جو آسمانوں میں
ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور کشتی کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے۔

یہ آیتیں تین باتوں کی تلقین کرتی ہیں۔ علم صحیح کی تلاش، مظاہر کائنات پر غور وخوض، تسخیر کائنات کا ارادہ، یہی تین باتیں سائنسی نقطہ نظر کی تشکیل کرتی ہیں۔ دنیا میں سائنسی نقطہ نظر قرآن مجید نے دیا ہے۔ قرآن مجید کی بتائی ہوئی روشنی پر چل کر عرب بتدریج سائنسی فکر کو پروان چڑھا رہے تھے۔ اس میں اندلس کے عربوں کا حصہ زیادہ تھا۔ مگر ابھی یہ پودا برگ وبار لانے والا ہی تھا کہ اندلس تباہ وبرباد ہوگیا۔ پھر یورپ والوں نے اس پودے کو پروان چڑھایا۔ بیکن، کوپرنیکس، نیوٹن کی اصل کتابوں کا مطالعہ کیجئے، یہ سب عربوں کے احسان مند ہیں۔

حقوقِ انسانی

۱۔ انسان کے بنیادی حقوق کا واضح اعلان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر آخری خطبہ میں فرمایا۔ حجۃ الوداع کا خطبہ حقوق انسانی کا منشور ہے۔ اس سے قبل حقوق انسانی کا

واضح اعلان کسی مفکر کی تعلیمات میں نہیں ملتا۔

۲۔ آج کے دور میں حقوق کی ضمانت ریاست دیتی ہے۔ ریاست متلون مزاج اور تغیر پذیر افراد کا ادارہ ہے۔ اس وجہ سے بعض اوقات افراد اپنے حقوق حاصل کرنے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام ان حقوق کی پابجائی کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کی ضمانت دیتا ہے۔ جو شخص بھی ایمان رکھتا ہے اس کا فریضہ ہے کہ وہ ان حقوق کو ادا کرے۔ اس طرح اسلامی طریقہ میں تغیر پذیر سیاسی مصلحتیں مانع نہیں بن سکتی ہیں۔ یہ ضمانت اقوام متحدہ کی ضمانت سے بھی زیادہ قوی ہے۔

مسلمانوں نے اپنے دورعروج میں بلکہ دورزوال میں بھی جس اخلاقی بلندی کا مظاہرہ کیا ہے اور جس طرح حقوق انسانی کی پاسداری کی ہے۔ اس کی گرد کو بھی وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے، جو آج تہذیب وشائستگی کے علم بردار بنے پھرتے ہیں۔ یورپ کے لوگوں نے افریقہ، امریکہ، ایشیا اور خود یورپ میں مغلوب قوموں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک روا رکھا ہے، مسلمانوں کی تاریخ کے کسی دور میں بھی اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ قرآنی تعلیمات کی ہی برکت تھی کہ جس نے مسلمانوں کے اندر اتنی انسانیت پیدا کر دی کہ وہ اقتدار اور غلبے کے دور میں بھی اتنے ظالم نہ بن سکے جتنے کہ غیر مسلم تاریخ کے ہر دور میں نظر آتے ہیں۔

کوئی شخص آنکھیں رکھتا ہے تو خود دیکھ سکتا ہے کہ اسپین میں جب مسلمان صدیوں حکمران رہے تو اس وقت عیسائیوں کے ساتھ ان کا کیسا سلوک تھا۔ اور جب عیسائیوں کو وہاں غلبہ حاصل ہو گیا تو انہوں نے کس طرح مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اور بالآخر وہاں مسلمانوں کا بیج تک نہ چھوڑا۔ بیت المقدس جب صلیبی سورماؤں نے فتح کیا تو کس قدر خون ریزی کی اور بیت المقدس جب صلاح الدین نے فتح کیا تو کس قدر رحم دلی کا مظاہرہ کیا۔ گزشتہ صدیوں میں مسلمان حکومتوں کا یہودیوں کے ساتھ کیا رویہ رہا؟ اور اب فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے۔ ہندوستان کے آٹھ سو سالہ دور حکومت میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اور اب آزاد ہو جانے کے بعد ہندوؤں نے کس قدر مسلمانوں کی خوں ریزی کی ہے۔

یورپ کے مستشرقین نے اسلامی تہذیب کے ورثہ کو کندی، فارابی، ابن سینا، ابن رشد، رازی وغیرہ مسلمان حکما کی تعلیمات تک محدود سمجھ لیا ہے۔ اسلامی ورثہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ بلکہ حقیقت تو

یہ ہے کہ موجودہ مہذب دنیا جن اقدار حیات پر ایمان رکھتی ہے۔ مثلاً! عالم انسانیت کی مساوات، مساوات مرد و زن، مذہبی رواداری، علم صحیح کی لگن، محنت کی قدر اور جن طریقوں سے نفرت کرتی ہے مثلاً نفس کشی، غلامی، امتیاز رنگ و نسل وغیرہ، اگر ان اقدار حیات کا شجرہ نسب تلاش کیا جائے تو وہ عرب کے نبی امی ﷺ کی تعلیمات میں ملے گا۔ نبی عربی کی تعلیمات سے قبل کہیں بھی ان اقدار حیات کا سراغ نہیں ملتا ہے۔

درحقیقت یہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا چشمہ ہے جس سے سارا عالم مستفید ہو رہا ہے۔

آج ان ذروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
تیرے در کا نقش سجدہ جن کی پیشانی پہ ہے

حوالہ جات

۱۔ سورۂ بقرہ آیت ۳۱،
۲۔ سورۂ بقرہ آیت ۳۸، ۳۹،
۳۔ سورۂ رعد، آیت ۷،
۳۔/الف۔ ترمذی، کتاب القدر، رقم ۲۱۴۵
۴۔ Vol VII, P 576.
۵۔ ابن کثیر
۶۔ سورۂ کہف آیت ۲۹
۷۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۶،
۸۔ مستدرک حاکم، بیروت، ۲/۷۰،
۹۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۳
۱۰۔ ترمذی، بیروت، ۲/۳۸۷/۲، رقم ۱۱۶۵،
۱۱۔ ابو داؤد، بیروت، ۴/۳۷۵، ت رقم ۵۱۴۷،
۱۲۔ شبلی نعمانی/الفاروق/ج ۲/ص ۵۵۲،
۱۳۔ Social Contract, P 49
۱۴۔ مجمع الزوائد، بیروت، ۳/۲۶۶،
۱۵۔ سورۂ حجرات آیت ۱۳
۱۶۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸،
۱۷۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۶،
۱۸۔ سورۂ العنکبوت آیت ۲۰،
۱۹۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۷،
۲۰۔ سورۂ حج، آیت ۶۵،